باب گیارہ

کشمیر

معلومات عامہ آزاد کشمیر

آزاد کشمیر.... متفرق معلومات

☆ آزاد کشمیر 73,75 ڈگری طول بلد اور 36,33 ڈگری عرض بلد پر واقع ہے۔

☆ آزاد کشمیر سطح سمندر سے جنوباً 360 میٹر اور شمالاً 6325 میٹر تک بلند ہے۔

☆ آزاد کشمیر رقبہ کے اعتبار سے پوری ریاست جموں کشمیر کا 20 واں حصہ ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 10 اضلاع اور 30 تحصیلیں ہیں۔

☆ آزاد کشمیر کی آبادی 40 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں شرح خواندگی پچاسی فیصد ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں شرح پیدائش 4.2 فیصد ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں شرح افزائش آبادی 2.7 فیصد ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں فی مربع میل 1149 افراد بستے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر میں صرف تیرہ فیصد رقبہ زیر کاشت ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں زیر کاشت رقبہ 1,71,332 ہیکٹرز ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 11 فیصد رقبہ جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 1705 گاؤں ہیں۔

☆ آزاد کشمیر کا سب سے بڑا شہر میر پور ہے۔

☆ آزاد کشمیر کا دارلحکومت مظفر آباد ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 90 فیصد آبادی دیہاتوں میں آباد ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 10 فیصد آبادی شہروں میں آباد ہے۔

☆ آزاد کشمیر کی دفتری زبان اردو ہے۔

☆ آزاد کشمیر حکومت نے 15 اپریل 1967ء کو سرکاری دفاتر میں اردو خط و کتابت شروع کی۔

☆ آزاد کشمیر میں بارش کی اوسطاً سالانہ مقدار 1300 ملی میٹرز ہے۔

☆ آزاد کشمیر کی 100 فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں 2 میونسپل کارپوریشنز، 10 میونسپل کمیٹیاں ،5 ڈویلپمنٹ اتھارٹیز، 11 ٹاؤن

کمیٹیز، 42 تھانے اور 190 یونین کونسلز ہیں۔

☆ آزاد کشمیر میں 92 فیصد بچے سکول جاتے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر میں 80 فیصد بچیاں سکول جاتی ہیں۔

☆ آزاد کشمیر یونیورسٹی 1980 میں قائم کی گئی۔

☆ آزاد کشمیر کا ترانہ حفیظ جالندھری نے لکھا۔

☆ آزاد کشمیر میں شہد کا گھر کالا مولا (حویلی) ہے۔

☆ آزاد کشمیر میں دیسی آموں کے وسیع باغات دیوا وٹالہ (بھمبر) مین پائے جاتے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر میں چار پن بجلی گھر بنائے گئے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر کا واحد ڈیم منگلا ڈیم ہے۔

☆ آزاد کشمیر کے پہلے منتخب صدر کے ایچ خورشید تھے۔

☆ آزاد کشمیر کے پہلے منتخب وزیر اعظم خان عبدالحمید خان تھے۔

☆ آزاد کشمیر حکومت نے مئی 1974ء میں قادیانوں کو غیر مسلم قرار دیا۔

☆ آزاد کشمیر کی وادی نیلم میں نہایت گھنے جنگل پائے جاتے ہیں۔

☆ آزاد کشمیر میں چار دریا بہتے ہیں۔ دریائے نیلم، جہلم، پونچھ، توی۔

☆ آزاد کشمیر میں چند مشہور قلعے یہ ہیں۔ قلعہ باغسر (سماہنی)، قلعہ منگلا (میر پور)، قلعہ رام کوٹ (میر پور)، قلعہ بڑجن (میر پور) قلعہ تھروچی (کوٹلی)، قلعہ باغ (باغ)، قلعہ بارل (سدھنوتی) قلعہ اسود (مظفر آباد)، قلعہ پلیٹ (مظفر آباد)۔

☆ آزاد کشمیر آرمی (AKRF) کا سب سے بڑا عسکری اعزاز شیر جنگ تھا۔

آزاد کشمیر کی پہلی حکومت (14 اکتوبر 1947ء)

14 اگست 1947ء کو جب پاکستان اور بھارت کی دو آزاد مملکتیں معرض وجود میں آئیں تو قانون آزادی ہند کے مطابق دیگر شخصی ریاستوں کی طرح ریاست جموں کشمیر بھی آئینی طور پر ہند یونین سے الگ ہوگئی۔ قانون آزادی ہند کے تحت ریاستوں کو حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں۔ وہ چاہیں تو پاکستان یا ہندوستان سے الحاق کر لیں یا مکمل طور پر آزاد رہیں۔ ان دیسی یا شخصی ریاستوں

کی تعداد 565 تھی جن میں ریاست جموں کشمیر بھی شامل تھی۔ ریاست جموں کشمیر کا حکمران اپنی ریاست کو پاکستان یا بھارت میں مدغم نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کو مکمل طور پر آزاد رکھنے کا خواہش مند تھا لیکن اس کی یہ خواہش پاکستان اور بھارت کے جارحانہ عزائم کے سبب پوری نہ سکی۔ ریاست کے سرحدی اضلاع میر پور ،پونچھ، مظفر آباد اور گلگت بلتستان کے عوام نے قبائلی حملہ آوروں کے بہکاوے میں آ کر مہاراجہ کے خلاف مسلح بغاوت کا اعلان کر دیا۔ جس نے ایک بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ اس دوران کشمیر کے کچھ سیاسی قائدین روالپنڈی صدر کے پیرس ہوٹل میں جمع ہوئی اور ڈوگرہ حکومت کے متوازی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ یہ حکومت 4 اکتوبر 1947ء کو "عارضی جمہوریہ آزاد جموں کشمیر حکومت" کے نام سے معرض وجود میں آئی۔ اس حکومت کے بانی صدر غلام نبی گلکار تھے جن کا تخلی نام مسٹر انور تجویز کیا گیا چنانچہ مسٹر انور نے ہری سنگھ کی معذولی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کے آزادی پسند عوام نے مظفر آباد کو ہیڈ کوارٹر بنا کر عارضی جمہوریہ کشمیر کا قیام عمل میں لایا ہے۔ 4 اکتوبر کو رات ایک بجے کے بعد ہری سنگھ یا اس کا کوئی جانشین ریاست پر حکمرانی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جو بھی یہ دعویٰ کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ آج سے تمام قوانین احکامات و ہدایات جو عارضی جمہوریہ حکومت کشمیر کی جانب سے شائع اور جاری ہوں گے عوام کا فرض ہے کہ وہ ان کی تعمیل کریں"

آزاد حکومت کے قیام کا یہ اعلان پاکستان کے تمام ذرائع ابلاغ میں شائع ہوا۔ اخبارات نے شہ سرخی لگائی "کشمیری عوام نے خود مختاری کا اعلان کر دیا" یہ اعلان ریڈیو پاکستان سے بھی نشر کیا گیا۔ ہری سنگھ کو اس کی معزولی کا تار بھیجا گیا۔ آزاد حکومت کا پہلا ڈھانچہ حسب ذیل تھا۔

مسٹر انور، غلام نبی گلکار	صدر
سردار محمد ابراہیم خان	وزیر اعلیٰ
غلام حیدر جنڈالوی	وزیر دفاع
نذیر حسین شاہ	وزیر مال
مسٹر علیم	وزیر تعلیم
مسٹر لقمان	وزیر صحت
مسٹر کارخانہ	وزیر صنعت
مسٹر فہیم	وزیر زراعت

کشمیر پر قبائلی حملہ

22،21 اکتوبر کی درمیانی رات کو پاکستان کے سرحدی صوبے سے ہزاروں مسلح قبائلیوں نے ریاست جموں کشمیر کے شہر مظفر آباد پر حملہ کر دیا۔ مہاراجہ کشمیر نے صوبہ سرحد سے ملنے والی مغربی سرحد پر جو فوجی نفری تعینات کر رکھی تھی وہ مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ ان فوجیوں نے حملہ آور قبائلیوں کا راستہ روکنے کے بجائے انہیں کھلے عام ریاست میں داخل ہونے کا موقع فراہم کیا۔ دریائے نیلم پر واقع پل کا آہنی گیٹ جو رات کو مکمل طور پر بند رہتا تھا کھول دیا گیا اور خونخوار مسلح قبائلی دندناتے ہوئے رات کی تاریکی میں مظفر آباد پر چڑھ دوڑے۔ صبح کا اجالا پھیلنے تک مظفر آباد میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ مٹھی بھر ڈوگرہ فوج تتر بتر ہو گئی۔ 26 اکتوبر تک یہ خونخوار قبائلی سری نگر تک پہنچ گئے۔ پاکستانی فوج کے آفیسر اور جوان بھی ان کی صفوں میں شامل ہو گئے تھے۔ مظفر آباد سے سرینگر تک کوئی گھر محفوظ نہیں رہا تھا۔ ہزاروں لوگ تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے اور سیکڑوں نوجوان عورتیں قبائلی اغواء کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ مال و متاع کی وسیع پیمانے پر لوٹ مار کی گئی۔ عورتوں کی عزتیں اور عصمتیں لوٹی گئیں۔ 26 اکتوبر کو بستیوں کی بستیاں تاراج کرتے ہوئے جب یہ قبائلی سری نگر تک پہنچ گئے تو مہاراجہ جموں کشمیر نے لاچار اور بے بس ہو کر ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو خط لکھ کر ہندوستان سے قبائلیوں کی جارحیت کے خلاف مدد طلب کی۔ مہاراجہ سرینگر سے بھاگ کر جموں چلا گیا۔ 27 اکتوبر کو ہندوستان کی مسلح افواج سرینگر کے ہوائی اڈے پر اترنا شروع ہوئیں۔ ہندوستانی فضائیہ بھی حرکت میں آئی۔ غیر منظم اور لوٹ مار میں الجھے ہوئے قبائلی ہندوستان کی منظم اور پیشہ ور فوج کا مقابلہ نہ کر سکے اور خاک و خون میں لتھڑے ہوئے کشمیر سے نکل گئے۔ ہندوستانی افواج کی آمد کے ساتھ ہی پاکستانی افواج بھی اعلانیہ طور پر ریاست میں داخل ہو گئیں۔ (ریاست جموں کشمیر پر قبائلی حملے کی مکمل تفصیلات جاننے کے لیے پڑھیے راقم کی تصنیف "**یادوں کے زخم**")

24 اکتوبر 1947

چار اکتوبر 1947ء کو مسٹر انور (غلام نبی گلکار) کی سربراہی میں جو حکومت قائم کی گئی تھی 24 اکتوبر 1947ء کو اس کی تنظیم نو کا اعلان کیا گیا۔ یہ اعلان 25 اکتوبر کو ایسوسی ایٹ پریس آف انڈیا

(نیوز ایجنسی) کی وساطت سے اخبارات میں شائع ہوا۔ مذکورہ اعلان کسی نامعلوم محرک نے جاری کیا جس میں سردار محمد ابراہیم خان کو نئی حکومت کا صدر نامزد کیا گیا تھا۔ اخبارات کو جاری کیے گئے اعلان کے متن کا کچھ حصہ حسب ذیل ہے۔

"عارضی آزاد حکومت نے جسے عوام نے کچھ ہفتے قبل ناقابل برداشت ڈوگرہ مظالم کے خاتمے اور ریاستی عوام جن میں مسلمان، ہندو اور سکھ شامل ہیں، کے حق خود ارادیت کے حصول کے لیے تشکیل دیا تھا، اب ریاست کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا ہے اور بقیہ حصہ ڈوگرہ تسلط سے آزاد کرانے کے لیے پر امید ہے۔ ان حالات کے پیش نظر حکومت کی تشکیل نو عمل میں لائی گئی ہے اور اس کے صدر دفتر کو پلندری منتقل کر کے مسٹر ابراہیم بیرسٹر کو اس حکومت کا عارضی صدر مقرر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔

نئی حکومت ریاست جموں کشمیر کے لوگوں کی اجتماعی آواز کی ترجمان ہے۔ یہ لوگ ڈوگرہ خاندان سے جس نے طویل عرصہ تک انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا آزادی چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔

عارضی حکومت ہمسایہ ممالک پاکستان اور ہندوستان کے لیے دوستی اور خیر سگالی کے بہترین جذبات رکھتی ہے اور امید کرتی ہے کہ ہر دو مملکتیں کشمیری عوام کی فطری آرزوئے آزادی کے ساتھ پوری ہمدردی کریں گے"۔

نومبر 1947ء کو راولپنڈی میں مسلم کانفرنس کے راہنماؤں کا اجلاس ہوا جس میں اس اعلان کی توثیق کی گئی۔

آزاد کشمیر کا دارالحکومت

آزاد کشمیر حکومت کے دفاتر پہلے پہل جنجال ہل (پلندری) کے گھنے جنگلوں میں خیمے لگا کر قائم کیے گئے۔ پھر سلیر نامی گاؤں میں یہ دفاتر منتقل ہو گئے۔ پلندری سے ڈوگرہ فوج نکل جانے کے بعد حکومت کے دفاتر پلندری قصبے میں منتقل ہو گئے۔ پلندری کے بعد کچھ عرصہ تک تراڑکھل کو صدر مقام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا رہا مگر عملاً حکومت کا کاروبار راولپنڈی میں چلایا جاتا رہا۔ بعد ازاں اصغر مال روڈ پر واقع ایک عمارت Chadda Building کو آزاد حکومت کے ہیڈ کوارٹر کی حیثیت دی گئی۔ یکم جنوری 1949ء کے بعد آزاد حکومت کا دارالحکومت تراڑکھل سے مظفر آباد منتقل کر دیا گیا۔

آزاد کشمیر کی پہلی کابینہ

4 نومبر 1947ء کو چوہدری حمید اللہ خان کی صدارت میں راولپنڈی میں مسلم کانفرنس کی مجلس

عاملہ ایک اجلاس ہوا جس میں سردار محمد ابراہیم خان کی صدارت کی توثیق کی گئی۔ سردار محمد ابراہیم خان نے حسب ذیل کابینہ تشکیل دی۔

کرنل علی احمد شاہ	(میر پور)	وزیر دفاع
سید نذیر حسین شاہ	(پونچھ)	وزیر خزانہ
خواجہ غلام دین وانی	(وادی)	وزیر قانون و داخلہ
چوہدری عبداللہ خان بھلی	(جموں)	وزیر مال

ایک ماہ بعد خواجہ ثناء اللہ شمیم کو وزیر برائے سول سپلائز و ترقیات بنایا گیا اور چند ماہ بعد میر واعظ مولانا یوسف شاہ کو کابینہ میں شامل کر کے وزارت تعلیم کا قلم دان سونپا گیا۔ امن و امان اور سروسز کے امور سردار ابراہیم نے اپنے پاس رکھے۔

آزاد کشمیر کا پرچم

آزاد کشمیر کا پرچم 1947 میں کشمیر فریڈم لیگ کے راہنما پنڈت جے، کے ریڈی اور ان کے ساتھیوں نے ڈیزائن کیا تھا۔ مسٹر ریڈی کا سرینگر میں اپنا پریس تھا۔ 4 اکتوبر 1947 میں ریاست جموں کشمیر کی آزاد انقلابی حکومت قائم ہونے کے بعد ریاست کے لیے ایک علیحدہ پرچم کی ضرورت کے تحت یہ پرچم تشکیل دیا گیا۔ اس سے پہلے ڈوگرہ دور میں ریاست کا پرچم موجود تھا۔

آزاد کشمیر کا پرچم مستطیل شکل میں ہے۔ اس کی زمین ہری سبز رنگ کی ہے جو مسلم تشخص کی علامت ہے۔ پرچم کا 25% حصہ زرد رنگ کا ہے جو ریاست کی 25 فیصد غیر مسلم آبادی کی نمائندگی کرتا ہے۔ پرچم کے ایک کونے میں ستارہ وہلال ہیں جو ریاست کی تاریخی عظمت کے علمبردار ہیں۔

پرچم کے نچلے حصے میں 4 سفید پاٹیاں ریاست کے 4 بڑے دریاؤں راوی، چناب، جہلم اور سندھ کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ریاست جموں کشمیر کے منقسم حصوں میں سرکاری سطح پر کوئی دوسرا پرچم ریاستی پرچم کے طور پر رائج نہیں ہے۔ صرف آزاد کشمیر میں ہی مذکورہ پرچم کو سرکاری حیثیت حاصل ہے۔

آزاد کشمیر کی فوج

آزاد کشمیر حکومت کے قیام کے بعد آزاد فوج کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کا ایک جی ایچ کیو قائم کیا گیا۔ میجر جنرل ایم زیڈ کیانی کو کمانڈر انچیف اور بریگیڈیئر حبیب الرحمان (بھمبر) کو چیف آف آرمی

سٹاف مقرر کیا گیا۔ یہ ایک عوامی فوج تھی جس میں سابق فوجی، رضا کار اور سرفروش دستے شامل تھے۔ آزاد حکومت کے وزیر دفاع کرنل علی احمد شاہ کی سربراہی میں چار ارکان پر مشتمل ایک ڈیفنس کونسل تشکیل دی گئی جس کے ذمے فوجی امور کی نگرانی تھا۔ جنگ شروع ہونے سے چند ماہ بعد آزاد فوج اور قبائلی دستوں کی کمان بریگیڈیئر محمد اکبر خان (جنرل طارق) کے سپرد کی گئی۔ جنگ کی وسعت کے ساتھ ہی پاکستان آرمی کشمیر میں داخل ہوگئی اور آزاد کشمیر فوج اس کے ماتحت لڑنے لگی۔ جنگ بندی کے بعد آزاد فوج کی باقاعدہ تنظیم بندی کی گئی۔ یہ فوج بٹالین پر مشتمل تھی۔ آزاد کشمیر فوج کے فوجی اعزازات میں ہلال کشمیر، فخر کشمیر، مجاہد حیدری، اور شیر جنگ کے اعزازات شامل تھے۔ شیر جنگ سب سے بڑا فوجی اعزاز تھا۔

آزاد کشمیر ریڈیو

16 اپریل 1948ء کو ''صدائے کشمیر ریڈیو'' کے نام سے آزاد کشمیر ریڈیو کا اجراء کیا گیا۔ 26 اپریل کو آزاد حکومت کے وزیر دفاع کرنل سید علی احمد شاہ اور وزیر ترقیات خواجہ ثناء اللہ شمیم نے پیغامات نشر کر کے سرکاری طور پر ریڈیو کا افتتاح کیا۔ مری اور تراڑکھل میں ٹرکوں پر مشینری رکھ کر ان نشریات کا آغاز ہوا۔ مکمل ریڈیو اسٹیشن کے ایچ خورشید کے دور میں 15 اکتوبر 1960ء کو مظفر آباد میں قائم کیا گیا۔

آزاد کشمیر اسمبلی

آزاد کشمیر میں 17 جولائی 1970 کو حکومت پاکستان نے ایک صدارتی آرڈیننس جاری کیا جو کہ سراسر غیر جمہوری نوعیت کا تھا۔ چنانچہ اس آرڈیننس کے خلاف آزاد کشمیر کی سیاسی جماعتوں نے ملک گیر احتجاج شروع کیا جس میں لبریشن لیگ اور اس کے قائدین پیش پیش تھے۔ چنانچہ ستمبر 1970ء کو صدر آزاد کشمیر بریگیڈیئر عبدالرحمٰن قریشی نے صدارتی آرڈیننس کی بجائے ایکٹ 1970ء کے نفاذ کا اعلان کیا۔ اس ایکٹ کے تحت صدر آزاد کشمیر کا انتخاب براہ راست بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہونا طے پایا۔ صدر کے ماتحت 25 ارکان پر مشتمل ایک قانون ساز اسمبلی کے قیام کا بھی فیصلہ ہوا۔ سیاسی جماعتوں نے گلگت بلتستان کو آزاد کشمیر میں نمائندگی دینے کا مطالبہ کیا لیکن پاکستان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔

انتخابات

ایکٹ 1970ء کے نفاذ کے ساتھ ہی صدر اور قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔

30 اکتوبر کو صدر آزاد کشمیر کے لیے اور 31 اکتوبر کو قانون ساز اسمبلی کے ارکان کے لیے انتخاب کا اعلان ہوا۔ 25 ارکان اسمبلی میں سے 14 نشستیں آزاد کشمیر کے لیے مختص کی گئیں، 8 نشستیں مہاجرین مقیم پاکستان کے لیے مختص کی گئیں۔ جبکہ ایک نشست خاتون ممبر کے لیے مختص کی گئی جس کا انتخاب ممبران اسمبلی نے کرنا تھا۔

صدارتی انتخاب

آزاد کشمیر کے پہلے عام صدارتی انتخابات 30 اکتوبر 1970ء کو ہوئے۔ ان انتخابات میں جن چار سیاسی جماعتوں نے حصہ لیا ان میں بالترتیب مسلم کانفرنس، لبریشن لیگ، آزاد مسلم کانفرنس اور محاذ رائے شماری شامل تھیں۔ انتخابی نتیجہ حسب ذیل تھا۔

	امیدوار	حاصل کردہ ووٹ
۱۔	سردار عبدالقیوم	2,29,512
۲۔	کے ایچ خورشید	1,63,865
۳۔	سردار ابراہیم خان	1,14,894
۴۔	چوہدری شریف طارق	12,906

انتخابات میں سردار عبدالقیوم خان کو بظاہر اکثریت حاصل ہوئی۔ اس عمل میں فوج اور خفیہ اداروں نے اہم کردار ادا کیا۔ پاکستانی فوج کسی کرپٹ، دوغلے، آلہ کار، مخبر اور جی حضوریے شخص کو اس کٹھ پتلی حکومت کی باگ ڈور سونپنا چاہتی تھی۔ صدارتی امیدواروں میں صرف قیوم خان ہی اس معیار پر پورا اترتا تھا۔ چنانچہ اسے جعل سازی کے ذریعے کامیاب کروایا گیا۔

اسمبلی انتخابات

آزاد کشمیر اسمبلی کے پہلے انتخابات 31 اکتوبر 1970ء کو ہوئے 16 ممبرز آزاد کشمیر سے منتخب ہوئے اور 8 مہاجرین مقیم پاکستان سے۔ تفصیل ذیل حسب ذیل ہے۔

میرپور
۱۔ چوہدری صحبت علی
۲۔ چوہدری نیاز احمد
۳۔ چوہدری خادم حسین

۴۔ پیر علی جان شاہ

۵۔ چوہدری محمد اعظم

۶۔ سید نثار حسین

۷۔ سردار سکندر حیات خان

پونچھ

۱۔ کرنل منشا خان

۲۔ خان بہادر خان

۳۔ راجہ ممتاز حسین راٹھور

۴۔ محمد آزاد

۵۔ سردار محمد ایوب

مظفر آباد

۱۔ خواجہ محمد عثمان

۲۔ راجہ محمد لطیف

۳۔ منشی علی گوہر

۴۔ میاں غلام رسول

مہاجرین مقیم پاکستان

صوبہ جموں ۱۔ شیخ منظر مسعود

۲۔ خواجہ محمد شفیع صراف

۳۔ چوہدری سلطان علی

۴۔ چوہدری وزیر علی

صوبہ کشمیر

۱۔ بشیر حسین خان

۲۔ خواجہ غلام حسن پنجابی

۳۔ غلام حسن کرمانی

۴۔ بشیر احمد خان

خواتین کے لیے مختص ایک نشست پر بیگم راجہ حیدر خاں کو ممبر چنا گیا۔

سربراہان آزاد جموں کشمیر

نمبر شمار	نام	معیاد صدارت		
1	غلام نبی گلکار	4 اکتوبر 1947	تا	24 اکتوبر 1947
2	سردار محمد ابراہیم خان	24 اکتوبر 1947ء	تا	30 مئی 1950
3	کیپٹن سید علی احمد شاہ	یکم جون 1950ء	تا	یکم دسمبر 1951
4	میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ	یکم دسمبر 1951ء	تا	21 جون 1952
5	کرنل شیر احمد خان	22 جون 1952ء	تا	31 مئی 1956
6	میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ	یکم جون 1956ء	تا	6 ستمبر 1956
7	سردار محمد عبدالقیوم خان	7 ستمبر 1956	تا	13 اپریل 1957
8	سردار محمد ابراہم خان	14 اپریل 1957	تا	26 اپریل 1959
9	کے ایچ خورشید	27 اپریل 1959	تا	5 اگست 1964
10	خان عبدالحمید خان	6 اگست 1964	تا	7 اکتوبر 1969
11	بریگیڈئیر عبدالرحمان	8 اکتوبر 1969	تا	12 نومبر 1970
12	سردار محمد عبدالقیوم خان	13 نومبر 1970	تا	5 اپریل 1975
13	شیخ منظر مسعود	6 اپریل 1975	تا	5 جون 1975
14	سردار محمد ابراہیم خان	5 جون 1975	تا	30 اکتوبر 1978
15	میجر جنرل محمد حیات خان	31 اکتوبر 1978	تا	یکم جنوری 1983
16	میجر جنرل (ر) عبدالرحمان	یکم فروری 1983	تا	یکم اکتوبر 1985
17	سردار محمد عبدالقیوم خان	یکم اکتوبر 1985	تا	29 ستمبر 1990
18	سردار محمد عبدالقیوم خان	30 ستمبر 1990	تا	19 جولائی 1991
19	صاحبزادہ محمد اسحاق ظفر	20 جولائی 1991	تا	28 جولائی 1991 (قائمقام)
20	عبدالرشید عباسی	29 جولائی 1991	تا	11 اگست 1991 (قائمقام)
21	سردار سکندر حیات خان	12 اگست 1991	تا	11 مئی 1996

22	عبدالرشید عباسی	12 مئی 1996	تا	22 مئی 1996 (قائمقام)
23	سکندر حیات خان	23 مئی 1996	تا	11 اگست 1996
24	راجہ ممتاز حسین راٹھور	12 اگست 1996	تا	24 اگست 1996 (قائمقام)
25	سردار محمد ابراہیم خان	25 اگست 1996	تا	23 اگست 2001
26	جنرل (ر) سردار انور خان	25 اگست 2001	تا	23 اگست 2006
27	راجہ ذوالقرنین خان	24 اگست 2006	تا	25 اگست 2011
28	محمد یعقوب خان	25 اگست 2011	تا	27 جولائی 2016
29	مسعود خان	17 اگست 2016	تا	حال

آزاد کشمیر کے وزراءاعظم

۱۔خان عبدالحمید خان	11 جون 1975	تا	11 اگست 1977
۲۔سکندر حیات خان	جون 1985	تا	14 جون 1990
۳۔راجہ ممتاز حسین راٹھور	29 جون 1990	تا	31 مارچ 1991
۴۔عبدالقیوم خان	02 جولائی 1991	تا	30 جولائی 1996
۵۔بیرسٹر سلطان محمود چوہدری	30 جولائی 1996	تا	جولائی 2001
۶۔سکندر حیات خان	جولائی 2001	تا	23 جولائی 2006
۷۔عتیق احمد خان	24 جولائی 2006	تا	6 جنوری 2009
۸۔یعقوب خان	6 جنوری 2009	تا	22 اکتوبر 2009
۹۔راجہ فاروق حیدر خان	22 اکتوبر 2009	تا	28 جولائی 2010
۱۰۔عتیق احمد خان	28 جولائی 2010	تا	26 جولائی 2011
۱۱۔چوہدری عبدالمجید	26 جولائی 2011	تا	31 جولائی 2016
۱۲۔راجہ فاروق حیدر خان	31 جولائی 2016	تا	حال

آزاد کشمیر کے اہم شہر / اضلاع

ضلع بھمبر: بھمبر آزاد کشمیر کا تاریخی مقام ہے۔ یہ گجرات سے 28 میل اور میر پور سے 50 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ تاریخی شہر 32.58 عرض بلد اور 74.8 طول بلد پر واقع ہے۔ شہر کی تین اطراف سے ایک برساتی نالہ چکر کاٹ کر گزرتا ہے جسے بھمبر نالہ کہا جاتا ہے۔ یہ نالہ وزیر آباد کے قریب دریائے

چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔ بھمبر سے براستہ پیر پنجال ایک قدیم سڑک سرینگر کو جاتی ہے۔ یہ سڑک اکبر کے انجینئر محمد قاسم نے اس وقت تعمیر کی جب اکبر نے 1586 میں کشمیر پر قبضہ کیا۔ اس شاہراہ کو مغل روڈ کہا جاتا ہے۔ کشمیر کی جبری تقسیم کے سبب آج کل یہ شاہراہ بند پڑی ہے۔ مستقبل میں جب کشمیر آزاد ہوگا (انشاء اللہ) تو یہ شاہراہ پھر بحال ہو جائے گی اور اپنی اہمیت وافادیت کا لوہا منوائے گی۔ بھمبر سے جموں 70 کلومیٹر اور سرینگر 150 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

ماضی میں بھمبر ایک آزاد اور خود مختار ریاست رہی ہے۔ یہ کشمیر دربار کی باج گزار ریاست بھی رہی ہے۔ اس ریاست کا تاریخی نام چبھال تھا جس کی حدود کھڑی، جہلم، کھاریاں اور گجرات تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس ریاست کے کچھ حصے اب صوبہ پنجاب میں شامل ہو چکے ہیں۔ بھمبر پر چب راجپوت حکمرانوں نے بڑے شاہانہ انداز سے حکومت کی۔ یہاں کا آخری حکمران راجہ سلطان خان تھا جو بڑا دلیر، بہادر اور عقلمند حکمران تھا۔ جب رنجیت سنگھ کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے لاہور سے لاؤ لشکر لے کر نکلا تو بھمبر کے مقام پر اس کا سامنا سلطان خان سے ہوا۔ اس حملے میں رنجیت سنگھ کی افواج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ بعد رنجیت سنگھ نے گلاب سنگھ کی مدد سے سلطان خان کو دھوکہ دے کر جموں بلایا۔ جہاں اسے قلعہ باہو میں پابہ زنجیر رکھا گیا۔ گلاب سنگھ نے سلطان خان کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اسے سخت جسمانی اذیتیں دیں۔ چنانچہ یہ مردِ حُر 1825ء کو وہیں انتقال کر گیا اور وہیں کسی نامعلوم مقام پر اسے دفن کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ راجہ دھرم چند (شاداب خان) کے دو بیٹے تھے بھوم چند اور روپ چند۔ باپ کی وفات کے بعد اس کی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ چونکہ دھرم چند دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا اور مسلمان بیوی افغان بیگم سے بھی اس کے دو بیٹے تھے چنانچہ اس کی وفات کے بعد مسلمان اور ہندو بیٹوں نے باپ کی ریاست آپس میں تقسیم کر لی۔ راجہ کے ہندو بیٹے بھوم چند نے اپنے نام سے یہاں ایک بستی بھوم پور آباد کی۔ یہی نام بدل کر بھمبر کہلانے لگا۔

ڈوگرہ دور حکومت میں (1905ء) بھمبر ایک ضلع تھا جبکہ میرپور اس کا ایک قصبہ تھا لیکن 1947ء کے بعد بھمبر کو ضلع میرپور کی ایک تحصیل بنا دیا گیا۔ لیکن 1996ء میں اسے پھر الگ درجہ دے کر ضلع بنا دیا گیا۔ ضلع بھمبر کا رقبہ 1516 مربع کلومیٹر اور آبادی 3 لاکھ 75 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ ضلع بھمبر میں تین تحصیلیں ہیں، بھمبر، سماہنی، برنالہ۔ بھمبر کے سیاحتی مقامات میں چھمب، وادی بنی اور وادی سماہنی قابل دید ہیں۔ سماہنی نہایت خوبصورت وادی ہے سماہنی میں تاریخ آثار بھی ہیں۔ ان میں قلعہ باغسر اور سرائے سعد

آباد ماضی کا ورثہ ہیں۔ بھمبر کے لوگ محنتی اور جفاکش ہیں۔ اکثریتی آبادی کا ذریعہ معاش زراعت ہے۔ اس ضلع کے لاکھوں لوگ بسلسلہ روزگار بیرون ملک آباد ہیں۔ بھمبر کی زمینیں زرخیز اور ہموار ہیں۔ ان میں ہر قسم کی فصل اگائی جاتی ہے۔ آزاد کشمیر کا یہ واحد میدانی ضلع ہے جس کی زمینیں وافر مقدار میں غلہ پیدا کرتی ہیں۔ بھمبر میں جاٹ، راجپوت، گجر، مغل اور جرال قبائل کے علاوہ کئی قبیلوں اور نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ بھمبر کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو 1947-65 کی جنگوں میں بھارتی مقبوضہ پونچھ اور راجوری سے بے گھر ہو کر یہاں آباد ہو گئے۔ 24 اکتوبر 1947 کو بریگیڈیئر حبیب الرحمان کی قیادت میں یہ علاقہ ڈوگرہ افواج سے خالی کروالیا گیا۔

بھمبر شہر: بھمبر آزاد کشمیر کا تاریخی شہر ہے۔ اس کے مشرق، مغرب اور شمال میں نچلے درجے کی پہاڑیاں ہیں جن کی بلندی 500 سے 600 فٹ تک ہے۔ بھمبر شہر میں مغلیہ عہد کی گئی یادگاریں موجود ہیں۔ ان میں مغلیہ سرائے، بادلی، کنویں، تالاب، مساجد، حمام اور مندر شامل ہیں۔ بھمبر کو مغل ''باب کشمیر'' کہا کرتے تھے۔ افسوس صد افسوس اس عظیم الشان تاریخی ورثے کے حامل شہر کے آثار قدیمہ تباہ و برباد ہو گئے۔ عوامی لاشعوری اور حکومت آزاد کشمیر کی مجرمانہ غفلت کے سبب یہ عظیم ورثہ محفوظ نہ رہ سکا۔ بس اب چند نشانیاں ہی باقی رہ گئیں ہیں۔

بھمبر شہر اب ترقی کی منازل تیزی سے طے کر رہا ہے۔ یہ ایک انڈسٹریل اسٹیٹ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس شہر کے آس پاس بیسیوں صنعتیں چل رہی ہیں۔ بھمبر میں روزگار، صحت، تعلیم، رسل و رسائل اور ذرائع ابلاغ کی جدید سہولتیں میسر ہیں۔ شہر میں مسٹ یونیورسٹی کیمپس، پوسٹ گریجویٹ کالجز اور دیگر کئی تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ الخیر یونیورسٹی کا کیمپس بھی بھمبر کے ایک مضافاتی گاؤں میں بنایا گیا ہے۔

ضلع میر پور: ضلع میر پور کی آبادی 4 لاکھ 23 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اس ضلع کا رقبہ 1010 مربع کلومیٹر ہے۔ میر پور آزاد کشمیر کا ایسا ضلع ہے جو زیادہ تر میدانی علاقے پر مشتمل ہے۔ اس کے شمال میں کوٹلی، جنوب میں جہلم، مشرق میں بھمبر اور مغرب میں گوجر خان، راولپنڈی واقع ہیں۔ چونکہ ریاست جموں کشمیر کا یہ علاقہ پنجاب سے ملحقہ ہے اس لیے یہاں کی آب و ہوا اور موسمی حالات پنجاب سے ملتے جلتے ہیں۔ البتہ پنجاب اور میر پور کے لوگوں کی عادات و اطوار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کشمیریوں کی فطری شرافت، دیانتداری اور سادگی اسے پنجاب سے جدا کرتی ہے۔ یہاں کی آبادی کا ذریعہ معاش

زراعت اور تجارت ہے۔ میر پور کے لوگ گزشتہ ایک صدی سے بسلسلہ روزگار بیرون ممالک میں نسل در نسل آباد چلے آ رہے ہیں۔ منگلا ڈیم بننے کے سبب یہاں کی آبادی کا 70 فیصد حصہ تارک وطن ہوا۔ دیار غیر میں ان لوگوں نے کثیر زرمبادلہ کمایا۔ اس وقت میر پور کے لوگوں کے کھربوں روپے پاکستان کے بنکوں میں زرمبادلہ کی صورت میں جمع ہیں جو پاکستان کی معیشت کا ایک بڑا سہارا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اسلام آباد کے ہوائی اڈے سے بیرون ملک روانہ ہونے والے 70 فیصد مسافروں کا تعلق خطہ میر پور آزاد کشمیر سے ہوتا ہے۔ آزاد کشمیر کا یہ ضلع انڈسٹریل سٹیٹ کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں سیکڑوں صنعتیں لگائی گئی ہیں جن سے زر کثیر حاصل ہو رہا ہے۔ یہاں کے لوگ محنتی، جفاکش، اور صحت مند ہیں۔ میر پور میں جاٹ اور راجپوت دو بڑے قبیلوں کی اکثریت ہے۔ گھڑ سواری، نیزہ بازی اور کشتی یہاں کے عوامی کھیل ہوا کرتے تھے۔ میر پور میں میلوں ٹھیلوں کا رواج اب بھی قائم ہے۔

آزاد کشمیر کا یہ ضلع دو تحصیلوں میر پور اور ڈڈیال پر مشتمل ہے۔ میر پور میں تاریخی قلعے، مساجد اور دیگر عمارات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ قلعہ منگلا اور قلعہ رام کوٹ یہاں کے قابل دید قلعے ہیں۔ کھڑی شریف کے مقام پر کشمیر کے عظیم صوفی شاعر میاں محمد بخش اور ان کے روحانی پیشوا حضرت بابا پیرے شاہ غازی کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ آزاد کشمیر کی ممتاز روحانی و علمی شخصیت پیر علاؤ الدین صدیقی نے میر پور میں محی الدین میڈیکل کالج قائم کیا ہے۔

منگلا ڈیم آزاد کشمیر کے اسی ضلع میں واقع ہیں۔ ڈیم بننے کے سبب میر پور اور ڈڈیال کے تاریخی شہر اور 300 گاؤں نذرِ آب کر دیے گئے تھے۔ 100 مربع میل پر پھیلا ہوا یہ ڈیم حکومتِ پاکستان کے کشمیر پر جابرانہ تسلط کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایک فوجی آمر میں اپنے دیس کی زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے میر پور کی سرسبز و شاداب تاریخی دھرتی کو غرقِ آب کر دیا۔ پاکستان میں استعمال ہونے والی 35 فیصد بجلی اس ڈیم سے پیدا ہوتی ہے۔

میر پور شہر: میر پور شہر ضلع میر پور کا صدر مقام ہے۔ یہ آزاد کشمیر کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ جو جدید طرز تعمیر کا عظیم نمونہ ہے۔ میر پور کا جدید شہر سطح سمندر سے 1500 فٹ کی بلندی پر ہے۔ میر پور کا پرانا شہر سطح سمندر سے 1236 فٹ کی بلندی پر تھا۔ منگلا بند کی تعمیر کے نتیجے میں میر پور کا پرانا شہر اور اس سے ملحقہ 300 گاؤں زیر آب آ گئے تھے۔ یہاں کے مکین نقل مکانی کر کے یا تو پنجاب اور تھل کے

ریگستانوں کی طرف ہجرت کر گئے۔یا ان پہاڑی ٹیلوں پر آباد ہو گئے۔جو بالکل غیر آباد اور سنگلاخ تھے۔آج یہ غیر آباد پہاڑی ٹیلے ایک خوبصورت شہر میں بدل چکے ہیں۔اس لیے اس شہر کو ایشیاء کا برمنگھم کہا جاتا ہے۔ میر پور شہر جدید طرز تعمیر کا اعلیٰ نمونہ بنتا جا رہا ہے۔

میر پور شہر 33.11 درجہ عرض بلد اور 73.45 درجہ طول بلد پر واقع ہے۔ یہاں سے دینہ 19 میل ، راولپنڈی 76 (126 کلو میٹر) بھمبر 30 میل (50 کلو میٹر) اور کوٹلی 60 میل (100 کلو میٹر) کے فاصلے پر واقع ہیں۔ دور حاضر کے جدید شہروں کی تمام سہولیتں اس شہر میں موجود ہیں۔میر پور شہر کا رقبہ 10 مربع کلومیٹر اور آبادی 1,10,000 نفوس پر مشتمل ہے۔میر پور شہر میں MUST یونیورسٹی ،دو پوسٹ گریجویٹ کالجز،ایلیمنٹری کالجز ،نرسنگ کالج ،میڈیکل کالج ،مرکزی تعلیمی بورڈ اور دیگر بہت سے تعلیمی ادارے قائم ہیں۔میر پور کی وجہ تسمیہ کے بارے بتایا جاتا ہے کہ 450 سال قبل اس علاقے پر گکھڑ خاندان کے میراں شاہ کی حکومت تھی جس کا مزار پرانے میر پور شہر میں موجود ہے جو اب زیر آب آ گیا ہے۔ڈیم خشک ہونے کے موقع پر یہاں عرس منعقد ہوتا ہے۔میراں شاہ کی نسبت اس شہر کا نام میر پور پڑ گیا۔

ضلع کوٹلی: کوٹلی آزاد کشمیر کا ضلع ہے۔اس کے شمال میں ضلع پونچھ، جنوب میں ضلع میر پور، مشرق میں ضلع راجوری اور مغرب میں ضلع راولپنڈی (پاکستان) واقع ہیں۔ 1947ء سے قبل یہ علاقہ صوبہ جموں کا حصہ تھا اور اسے تحصیل کی حیثیت حاصل تھی۔ 1947ء میں کشمیر کی جبری تقسیم کے نتیجے میں یہ علاقہ آزاد کشمیر کا انتظامی حصہ بن گیا۔کوٹلی ضلع میر پور کی ایک تحصیل تھی۔ 1974 میں اسے ضلع کا درجہ دے دیا گیا۔ضلع کوٹلی کا کل رقبہ 1862 مربع کلومیٹر ہے۔اور آبادی 6 لاکھ 90 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔یہ ضلع 6 تحصیلوں کوٹلی ،سہنسہ ،نکیال ،چڑھوئی ،کھوئیرٹہ اور دولیاہ جٹاں پر مشتمل ہے۔ضلع کا بیشتر حصہ پہاڑی ہے لیکن پہاڑوں کے دامن میں سرسبز و شاداب اور ہموار وادیاں ہیں۔

ضلع کوٹلی معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ یہاں سے کئی قسم کی معدنیات نکالی جا رہی ہیں۔کئی ایسی قیمتی معدنیات کا کھوج بھی لگایا گیا ہے۔ جو ابھی زیر زمیں دفن ہیں۔ان معدنیات میں لوہا، کوئلہ، بکسائٹ ،جپسم ،سنگ مرمر ،ڈولومائٹ ،کوارزائٹ اور یورنیم وغیرہ شامل ہیں۔

ضلع کوٹلی میں تاریخی عمارات بھی موجود ہیں جو کشمیر کے اس خطے کی تاریخ و تہذیب اپنے دامن

میں سمیٹے ہوئے ہیں۔کوٹلی شہر سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھروچی کے مقام پر ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں یہ قلعہ 1460ء میں تعمیر کیا گیا اس وقت بڈ شاہ تخت کشمیر پر براجمان تھا۔ایک اور قلعہ گاؤں ڈھنگروٹ میں 1775ء میں تعمیر کیا گیا تھا اس قلعے کے آثار بھی موجود ہیں۔علاوہ ازیں کوٹلی میں فوجی چھاؤنیوں اور قدیم آبادیوں کے نشانات موجود ہیں۔کوٹلی شہر میں بلیاہ محلہ اور بلیاہ مسجد عہد رفتہ کی یادگاریں ہیں۔ٹینڈا، حاجی آباد، کھوئی رٹہ، سہنسہ، سرساوہ اور نکیال یہاں کے خوبصورت سیاحتی مقامات ہیں۔

کوٹلی شہر: کوٹلی شہر ضلع کوٹلی کا صدر مقام کوٹلی ہے۔یہ شہر 33.31 درجہ عرض بلد اور 73.57 درجہ طول بلد پر دریائے پونچھ کے کنارے واقع ہے۔اس شہر سے اسلام آباد 141 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔دریائے جہلم پر ہولاڑ پل کوٹلی اور راولپنڈی کو آپس میں ملاتا ہے۔منگلا ڈیم کی تعمیر سے پہلے میرپور یہاں سے 70 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا لیکن ڈیم بننے کی وجہ سے یہ فاصلہ بڑھ کر 100 کلومیٹر ہو گیا ہے۔

میرپور کے ساتھ یہ شہر دو سڑکوں کے ذریعے ملا ہوا ہے ایک سڑک براستہ گلپور، راجدھانی اور دوسری براستہ چڑھوئی پیر گلی میرپور پہنچتی ہے۔کوٹلی سے ایک سڑک راولاکوٹ کو بھی جاتی ہے۔بھارتی مقبوضہ جموں کشمیر کا ضلع راجوری کوٹلی سے منسلک ہے۔حال ہی میں تتہ پانی سہڑہ سیکٹر سے ضلع راجوری اور کوٹلی کے مابین بس سروس کا اجرا کیا گیا ہے۔یہاں سے مخصوص ایام کے لیے مسافر بذریعہ پرمٹ آر پار آ جا سکتے ہیں۔

کوٹلی کی وجہ تسمیہ کے بارے متضاد آراء ملتی ہیں۔ایک محقق کی رائے ہے کہ یہاں کے ایک مقامی حکمران رائے دیار کے انتقال کے بعد اس کے جانشین بیٹے راجہ شہسوار خاں نے پہاڑ کی ڈھلوان پر کوٹ آباد کیا اور بخشی شیر سنگھ جب حکمران بنا تو اس نے شہسوار کے آباد کردہ کوٹ اور دامن کوہ میں واقع ہونے کی نسبت سے اس کا نام کوٹلی رکھا۔ایک دوسرے محقق کی رائے ہے کہ کوٹلی سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ڈیرہ یا رہائش کے ہیں چونکہ یہاں منگھرال اور سوہلن قبیلے آباد تھے اس لیے کوٹلی سوہلناں نام پڑ گیا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صرف کوٹلی رہ گیا۔ایک اور روایت یہ ہے کہ کوٹلی چونکہ پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے اس لیے عہد رفتہ میں اسے ''**کوہ تلی**'' کہا جاتا ہے جو مستعمل ہوتے ہوتے کوٹلی بن گیا۔

کوٹلی شہر کی آبادی 70 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ضلعی ہیڈکوارٹر ہونے کی وجہ سے یہاں مختلف سرکاری محکمہ جات کے دفاتر موجود ہیں۔یہاں کی ایک بزرگ شخصیت کی کوششوں سے جا بجا خوبصورت مساجد تعمیر کی گئی ہیں اس لیے اس شہر کو مدینۃ المساجد بھی کہا جاتا ہے۔یہ شہر قدیم اور جدید تعمیر کا خوبصورت

امتزاج ہے۔شہر کی مغربی سمت دریائے پونچھ بہتا ہے۔اس شہر میں ہر قسم کی جدید سہولتیں موجود ہیں۔آزاد کشمیر یونیورسٹی، پوسٹ گریجویٹ کالجز اور دیگر بہت سے تعلیمی ادارے بھی یہاں موجود ہیں۔

ضلع پونچھ (راولاکوٹ): راولاکوٹ آزاد کشمیر کے ضلع پونچھ کا صدر مقام ہے۔پونچھ ریاست جموں کشمیر کا ایک بڑا مسلم اکثریتی ضلع تھا جو 1947ء میں تقسیم ہوگیا۔راولاکوٹ اور باغ پر مشتمل 1/3 حصہ آزاد کشمیر کے زیر انتظام آ گیا جبکہ بقیہ دوگنا بڑا علاقہ اور اصل پونچھ شہر بھارت کے قبضہ میں چلا گیا۔پونچھ ریاست جموں وکشمیر کا قدیم خطہ ہے جس کی تہذیب وثقافت کا ذکر تاریخی کتب میں خوبصورت پیرائے میں ملتا ہے۔

مشہور چینی سیاح ہیون تسانگ (631ء) نے سیاحت کشمیر کے دوران اس خطے کا بھی مشاہدہ کیا۔اس نے لکھا ہے کہ مقامی باشندے اس کو پنس یا پرنوتس یا پونچھ کہتے ہیں۔یاد رہے کہ کشمیری زبان میں اب بھی پونچھ کو پرنوتس یا ''پرونژھ'' کہتے ہیں۔سنسکرت زبان میں کسی ملک کے سرحدی علاقے کو پونچھ کہتے ہیں۔مختلف تواریخ میں اس علاقے کا نام لوہارا یا لوہر کوٹ بھی ملتا ہے۔لوہر کوٹ کے کھنڈرات اب بھی پونچھ شہر سے مشرق کی جانب چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہیں۔غالباً یہ قدیم زمانے میں سلطنت لوہارا کا صدر مقام تھا۔پنڈت کلہن نے راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ پونچھ شہر کو راجہ للتادتیہ نے 695ء میں تعمیر کیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کشمیر کے راجہ نے یہاں کے بکروال خاندان کی ایک حسین وجمیل لڑکی سے شادی کی تھی جس کا نام پونچھ تھا۔یہ شہر اسی مناسبت سے پونچھ کہلایا۔

1846ء میں ریاست جموں کشمیر میں ڈوگرہ اقتدار قائم ہونے کے بعد 1850 میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے بھتیجے موتی سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پونچھ کا علاقہ اسے بطور جاگیر عطا کر دیا۔1888 میں راجہ بلد دیو سنگھ اور 1918 میں راجہ سکھ دیو سنگھ یہاں گدی نشین رہے۔1927ء میں سکھ دیو سنگھ کی وفات پر پونچھ جاگیر کی حیثیت ختم کر کے اس کا کنٹرول براہ راست مرکزی حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔سکھ دیو سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بھائی جگت دیو سنگھ یہاں کا راجہ بنا۔

پونچھ کی سرحدیں ایک طرف پاکستان کے ضلع راولپنڈی اور دوسری طرف وادی کشمیر سے ملتی ہیں۔یہاں سدھن، ڈھونڈ، ڈُلی، ملک اور مغل قبائل بکثرت آباد ہیں۔پونچھ کا جنوبی اور مشرقی حصہ خاصا زرخیز ہے۔اس علاقے میں پہاڑی، ڈوگری، گوجری اور کشمیری بولیاں بولی جاتی ہیں۔لباس رہن سہن اور طور طریقے کشمیری معاشرت کی عکاسی کرتے ہیں۔ضلع پونچھ کا رقبہ 855 مربع کلومیٹر ہے جبکہ اس ضلع کی

آبادی 4 لاکھ 90 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔اس ضلع میں چند ایک خوبصورت اور دلکش سیاحتی مقامات ہیں جن میں تولی پیر اور بن جونسہ جھیل بہت مقبول ہیں سالانہ لاکھوں سیاح ان مقامات کی سیر کے لیے آتے ہیں۔اس کے علاوہ دیوی گلی، تراڑکھل، حسین کوٹ، کھائی گلہ، داتوٹ، پاچھوٹ اور شہید گلہ بھی نہایت دیدہ زیب مقامات ہیں۔

راولاکوٹ شہر: راولاکوٹ سطح سمندر سے 1615 میٹر بلندی پر واقع ہے۔راولاکوٹ سے اسلام آباد 131 کلومیٹر اور کوہالہ 76 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔یہ شہر آزاد کشمیر کے دیگر اضلاع سے پختہ سڑکوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔شہریوں کو یہاں پانی کے سوا ہر طرح کی جدید سہولتیں میسر ہیں۔سیاحوں کی تفریح کے لیے یہ ایک خوبصورت جگہ ہے۔پہاڑی ڈھلوانوں اور وسیع جنگلوں کے بیچ واقعہ ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں یہاں کا موسم بڑا دلکش اور سکون بخش ہوتا ہے۔جبکہ سردیوں میں شدید برف باری ہوتی ہے۔شہر میں پونچھ یونیورسٹی، میڈیکل کالج، پوسٹ گریجویٹ کالجز (بوائز، گرلز) اور دیگر کئی تعلیمی ادارے حکومتی اور پرائیویٹ سطح پر قائم ہیں۔8 اکتوبر 2005ء کے زلزلے کے بعد جدید عمارتوں کی تعمیر شروع ہے۔شیخ زید ہسپتال جدید نوعیت کا ہسپتال تعمیر ہو چکا ہے جبکہ ڈسٹرکٹ کمپلیکس کی عمارات اور سڑکوں کی تعمیر کا کام ابھی جاری ہے۔ راولاکوٹ، اسلام آباد کے مابین ہوائی سروس کی سہولت محدود وقت کے لیے میسر رہی ہے لیکن اب یہ سروس مفقود ہو چکی ہے۔

ضلع باغ: باغ آزاد کشمیر کا ایک تاریخی مقام ہے۔یہ ضلع 1368 مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔(بشمول ضلع حویلی) یہ علاقہ پونچھ کی ایک تحصیل تھا لیکن 1988 میں اسے ضلع کا درجہ دے دیا گیا۔ باغ کے شمال میں نانگا پیر، گنگا چوٹی اور پیر کنٹھی نہایت اونچی چوٹیاں ایستادہ ہیں۔پیر پنجال کے اس پہاڑی سلسلے کے پیچھے وادیء کشمیر واقع ہے۔باغ کے مشرق میں 9 ہزار فٹ کی بلند چوٹی تولی پیر ضلع راولاکوٹ میں واقع ہے۔ان اونچے پہاڑوں کے دامن میں باغ کا خوبصورت خطہ واقع ہے۔باغ میں دریافت ہونے والے آثارِ قدیمہ کے مشاہدہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ باغ پرانے زمانے میں کسی بڑی تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ یہاں سے عالی شان عمارات، پرانے قلعوں، بازاروں اور شہروں کے کھنڈرات ملے ہیں جو فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔یہ کھنڈرات بوائز کالج کے احاطے میں زیر زمین دفن ہیں۔

ضلع باغ تین تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ان میں باغ، ہاڑی گہل، دھیر کوٹ شامل ہیں۔ باغ کی تحصیل حویلی کو

حال ہی میں ضلع کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ دونوں اضلاع کی مجموعی آبادی 4 لاکھ 65 ہزار پر نفوس پر مشتمل ہے اور مجموعی رقبہ 1368 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ ضلع تاریخی پس منظر، معاشرتی رسم و رواج، عوامی عادات و خصائل اور فطری رجحانات کے اعتبار سے ضلع پونچھ سے بھرپور مماثلت رکھتا ہے۔ باغ کے لوگ، نڈر، دلیر، بہادر، جفاکش، محنتی اور دیانت دار ہیں۔ یہاں کے لوگ زمینداری، سپہ گری، کاروبار اور دست کاری جیسے پیشوں سے وابستہ ہیں۔ باغ کے لوگوں کا ایک مخصوص پیشہ بیکری اور کنفکشنری کا سامان تیار کرنا ہے۔ اس فن کے ماہرین دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ ضلع باغ میں ملدیال (مغل) اور ڈھونڈ قبیلوں کی اکثریت آباد ہے۔ اس کے علاوہ ضلع میں سدھن، عباسی، گوجر، راجپوت اور سید ذاتوں کے لوگ بھی آباد ہیں۔ ضلع باغ میں نہایت خوبصورت تفریحی مقامات ہیں جو سیاحوں کے لیے دلکشی کا سامان رکھتے ہیں۔ باغ کے خوبصورت سیاحتی مقامات میں گنگا چوٹی، دھیر کوٹ، نیلہ بٹ، لس ڈنہ اور سدھن گلی قابل دید ہیں۔ یہ ضلع فطری رعنائیوں، سرسبز و شاداب وادیوں، گھنے جنگلوں، برف پوش پہاڑوں اور پرکیف نظاروں کی وجہ سے آزاد کشمیر میں منفرد مقام رکھتا ہے۔

باغ شہر: باغ کسی زمانے میں ایک چھوٹا سا تاریخی قصبہ تھا جس نے آہستہ آہستہ گنجان آباد شہر کی شکل اختیار کر لی۔ یہ شہر 34.24 عرض بلد اور 73.50 طول بلد پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 3960 فٹ ہے۔ یہ شہر نالہ ماہل اور نالہ ملوانی کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ شہر دو پختہ سڑکوں کے ذریعے آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد سے ملا ہوا ہے۔ ایک سڑک براستہ چکار، سدھن گلی باغ جاتی ہے جس کا فاصلہ 80 کلومیٹر ہے۔ جبکہ دوسری سڑک براستہ کوہالہ دھیر کوٹ باغ جاتی ہے۔ جس کا فاصلہ 97 کلومیٹر ہے۔ باغ سے براستہ علی آباد مقبوضہ پونچھ شہر کو بھی ایک راستہ جاتا ہے۔ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے باغ کا فاصلہ 205 کلومیٹر ہے۔ اسلام آباد سے باغ جانے کے لیے مری کوہالہ یا ٹائیں ڈھل کوٹ، راولاکوٹ کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ باغ شہر جدید دور کی ضروری سہولتوں سے آراستہ ہے۔ 8 اکتوبر 2005 کے تباہ کن زلزلے کے نتیجے میں باغ شہر مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا جسے اب کافی حد تک تعمیر کر لیا ہے۔ حال ہی میں باغ میں خواتین یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے جبکہ پوسٹ گریجویٹ کالجز اور سرکاری و غیر سرکاری سطح پر کئی تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ باغ شہر میں غیر ریاستی عناصر کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے مقامی کاروباری برادری اور عوام الناس کے لیے کئی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

ضلع مظفر آباد: مظفر آباد آزاد کشمیر کا دارالحکومت ہے۔ یہ رقبے کے لحاظ سے آزاد کشمیر کا دوسرا بڑا

ضلع ہے۔اس ضلع کا کل رقبہ 2496 مربع کلومیٹر ہے۔ضلع کی کل آبادی 7لاکھ 70 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔انتظامی اعتبار سے یہ آزاد کشمیر کا ایک ڈویژن بھی ہے۔مظفر آباد کے شمال میں نیلم، کاغان اور گلگت، جنوب میں ضلع پونچھ، مشرق میں بھارتی مقبوضہ وادی کشمیر اور مغرب میں پاکستا کا ضلع ایبٹ آباد واقع ہے۔

ضلع مظفر آباد کا بیشتر حصہ پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔اس کا عمومی سالانہ درجہ حرارت زیادہ سے زیادہ درجہ 20.48 درجہ سینٹی گریڈ اور کم سے کم 6.23 درجہ سینٹی گریڈ ہے۔مظفر آباد شہر میں گرمیوں میں شدید گرمی اور سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے۔البتہ ضلع کے بیشتر مقامات سطح سمندر سے کافی بلندی پر ہونے کی بنا پر گرمیوں میں خشک اور خوشگوار ہوتے ہیں اور سردیوں میں ان پر شدید برفباری ہوتی ہے۔ان پہاڑی سلسلوں پر برف سارا سال جمی رہتی ہے۔

ضلع مظفر آباد میں کئی نسلوں اور قبیلوں کے لوگ آباد ہیں۔ان میں آریائی، ترک، افغان، سادات، مغل اور کشمیری ذاتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔لوگوں کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی، زراعت، ملازمت اور کسب و ہنر ہے۔لوگ چالاک، ذہین اور محنتی ہیں۔فن دستکاری میں کمال مہارت رکھتے ہیں۔گبہ سازی، نمدہ سازی، شال بافی اور چوبکاری یہاں کے عمدہ فنون ہیں۔

مظفر آباد ڈویژن کی وادی لیپا اور وادی جہلم قدرتی حسن و جمال اور مادی وسائل سے مالا مال وادیاں ہیں۔ان وادیوں میں نہایت گھنے جنگل پائے جاتے ہیں جن کی قیمتی لکڑی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ضلع مظفر آباد معدنی دولت سے بھی مالا مال ہے یہاں سے کئی قسم کی قیمتی معدنیات نکالی جارہی ہیں۔

معاہدہ امرتسر (1846) کے بعد ضلع مظفر آباد کا علاقہ تین تحصیلوں مظفر آباد، کرناہ اور اوڑی میں مقسم رہا۔اس سے پہلے اسے انتظامی حیثیت میں وزارت پہاڑ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ازاں بعد وزارت مظفر آباد کا نام دیا گیا۔مہاراجہ گلاب سنگھ کی عملداری سے قبل زمانہ قدیم میں یہ علاقہ دو مشہور قبائل کھکھہ و بمبہ کی عملداری میں رہا۔یہ قبائل یہاں دوسو سال تک حکومت کرتے رہے۔

ضلع مظفر آباد سیاحتی اعتبار سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔یہ ضلع مختلف اطراف سے وادی نیلم، وادی جہلم اور وادی لیپہ کے حصار میں واقع ہے۔یہ وادیاں فطری حسن کی جلوہ گاہ ہیں۔خوبصورت اور دلفریب مقامات قابل دید ہیں۔فطرتی حسن کے متلاشیوں، کوہ پیماؤں سیاحوں اور آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ علاقہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ضلع مظفر آباد کے سیاحتی مقامات میں چکار، لون بنگلہ، سدھن گلی، لوہار گلی، شہید گلی، وادی لیپہ اور پیر چناسی نمایاں ہیں۔5 اکتوبر 2008 کے خوفناک زلزلے میں

یہ ضلع مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ ہزاروں انسان لقمہ اجل بن گئے تھے۔

مظفر آباد شہر: مظفر آباد شہر دریائے نیلم اور دریائے جہلم کے سنگم پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 2470 فٹ ہے۔ یہ شہر 34.22 درجہ عرض بلد اور 73.21 درجہ طول بلد پر واقع ہے۔ مظفر آباد شہر کو بمبہ راجپوت قبیلہ کے حکمران سلطان محمد مظفر خان نے 1662 میں آباد کیا۔ اسی نسبت سے اس کا نام مظفر آباد رکھا گیا۔ سلطان مظفر خان نے جنگی اور دفاعی نکتہ نظر سے مظفر آباد کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اس شہر کا قدیم نام چکڑی بہک تھا۔ عہد پارینہ میں یہ مقام اس لیے اہمیت کا حامل رہا ہے کہ یہاں سے شمال مشرق کی سمت میں ایبٹ آباد کے علاقہ جات پر ہمہ وقت نظر رکھی جا سکتی تھی اور خطہ پوٹھوہار کی جانب سے حملہ آوروں کا دفاع ہو سکتا تھا، سلطان محمود غزنوی اس سمت سے کشمیر پر حملہ آور ہوا اور اسے کشمیری افواج نے عبرت ناک شکست دی۔ سلطان مظفر خان کو اس علاقے کے دفاع اور سالمیت کے لیے ہمیشہ دشمنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ یہ حملہ آور ہمیشہ جنوب مغرب سے حملے کرتے رہے۔ 1823 میں سکھ سپہ سالار ہری سنگھ نلوا نے مظفر آباد پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا تاہم بعد میں سات ہزار روپے سالانہ کے عوض سکھوں نے بمبہ حکمرانوں کو اقتدار واپس دے دیا۔ 22 اکتوبر 1947ء کو صوبہ سرحد کے مسلح قبائل نے اسی راستے رات کی تاریکی میں حملہ آور ہو کر یہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ یہی حملہ ریاست جموں کشمیر کی جبری تقسیم کا سبب بنا۔

مغل حکمران بھی اس راستے کشمیر آیا کرتے تھے۔ اکبر اور جہانگیر اس راستے کئی بار کشمیر آئے تزک جہانگیری میں اس جگہ کا نام ''پیم درنگ'' لکھا ہے جو بعد میں ''کھمب درنگ'' مستعمل ہوا۔ اب یہ جگہ شوکت لائنز کہلاتی ہے۔ شاہ جہاں کے عہد میں علی مردان خاں نے یہاں ایک سرائے تعمیر کرائی تھی۔ مظفر آباد میں اکبر نے ایک باغ لگوایا، جسے جلال آباد گارڈن کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سلطان مظفر خان نے یہاں شاندار عمارات تعمیر کرائیں اور باغ لگوائے۔ مظفر آباد میں سلطان مظفر خاں کی تعمیر کردہ ''سلطانی مسجد'' اب بھی موجود ہے۔ سلطان مظفر خاں کی قبر حال ہی میں دریافت ہوئی ہے جس پر مقبرہ تعمیر کیے جانے کا پروگرام ہے۔ شہر میں نامور کشمیری راہنما کے ایچ خورشید اور شہدائے چکوٹھی کے مزارات ہیں۔

مظفر آباد شہر میں دو تاریخی قلعے موجود ہیں ایک قلعہ شوکت لائنز کے قریب ہے جو فوج اور خفیہ اداروں کے زیر استعمال ہے۔ اسے ایک تشدد خانہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اس لیے اس کا نام ''بلیک فورٹ'' پڑ گیا ہے۔ یہ قلعہ دریائے نیلم کی دائیں کنارے پر موجود ہے۔ دریائے نیلم کے بائیں کنارے پر

شہر کے شمال میں ایک اور عالی شان قلعہ موجود ہے جسے قلعہ پلیٹ کہا جاتا ہے۔اس قلعہ کو چک حکمرانوں نے تعمیر کروایا۔ یہ قلعہ فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔حالیہ زلزلہ میں یہ تاریخی قلعہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔اس زلزلے نے مظفر آباد شہر کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔شہر کی تعمیر نو کا کام مکمل ہو چکا ہے۔

مظفر آباد شہر میں گردوارے اور مندر بھی ہیں، شہر کے مضافات میں کئی زیارتیں اور خانقاہیں موجود ہیں۔ان میں حضرت سخی سہیلی سرکار ، دربار حضرت شاہ عنایت ، دربار دھنی مائی صاحبہ اور دربار پیر چناسی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔مظفر آباد شہر سے ضلع سرحد پاکستان کا شہر ایبٹ آباد 70 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے جبکہ راولپنڈی 138 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔سرینگر شہر یہاں سے 182 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔1947ء میں جب مظفر آباد کو آزاد کشمیر کا دارالحکومت بنایا گیا تو یہ ایک اجڑا ہوا اور آتش زدہ قصبہ تھا جسے قبائلیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔لیکن بعدازاں اس شہر نے بہت ترقی کی اور وسعت پائی۔شہر میں وزیر اعظم سیکرٹریٹ ،صدارتی سیکرٹریٹ ،سول سیکرٹریٹ ، ریڈیو اسٹیشن ،عدالت العالیہ ،عدالت اعظمیٰ، سی ایم ایچ، ٹیلیفون و تار کا نظام ، یونیورسٹی ، کالجز ،میڈیکل کالج ،لاء کالج ، ہوائی اڈاہ اور بہت سے سرکاری وغیر سرکاری دفاتر کے علاوہ ایک پر رونق شہر موجود ہے۔شہر میں سرکاری وغیر سرکاری سطح پر سیاحوں کے لیے ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں۔نلوچھی کے مقام پر آزاد کشمیر کے سب سے اونچے اور عالی شان پل کی تعمیر اور اس سے ملحقہ سڑک نے شہر کی رونق کو دوبالا کر دیا ہے۔

ضلع نیلم : ضلع نیلم آزاد کشمیر کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا ضلع ہے۔اس ضلع کا رقبہ 3621 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ آزاد کشمیر کا کل 27 فیصد علاقہ بنتا ہے۔البتہ آبادی کے لحاظ سے یہ ضلع سب سے چھوٹا ہے۔اس کی آبادی 2 لاکھ 30 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ضلع کا صدر مقام اٹھمقام ہے جو مظفر آباد سے 84 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ضلع دو تحصیلوں اٹھمقام اور شاردا پر مشتمل ہے۔شاردا اس ضلع کا سب سے اہم اور تاریخی مقام ہے۔یہاں ہزاروں سالہ قدیم تہذیب کے آثار اب بھی موجود ہیں۔تواریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ شاردا کے مقام پر بدھ مت کے عہد کی ایک عظیم درسگاہ واقع تھی۔اس درسگاہ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ضلع نیلم نو یونین کونسلز پر مشتمل ہے۔ان میں باڑیاں، بانڈی اشکوٹ، کنڈل شاہی، شاہ کوٹ ، نیلم ، دودنیال، شاردا، کیل اور گریز شامل ہیں۔نیلم ویلی ہندومت ، بدھ مت اور اسلامی تہذیبوں کا سنگم ہے۔ یہ ضلع خوبصورت، دلفریب اور دیدہ زیب سیاحتی مقامات پر مشتمل ہے جبکہ دو ٹاؤن کمیٹیز اٹھمقام اور کیل ہیں۔یہاں کا

چپہ چپہ حسنِ فطرت کا عکاس ہے۔ یہاں برف پوش گلیشیئرز، چوٹیاں، گھنے جنگل، خوبصورت جھیلیں، آبشاریں اور مرغزار واقع ہیں۔ دریائے نیلم ضلع کے ماتھے کا جھومر ہے۔ یہ دریا صاف وشفاف اور میٹھے پانی کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس ضلع میں چلیانہ، کٹھ چوگلی، جبڑ باڑیاں، لیسوا، جورا، کنڈل شاہی، کٹن، جاگراں، اٹھمقام، کیرن، دواریاں، کھریگام، چانگن شاردا، کیل، کیل اڑنگ، شونٹھر، جانوائی، پھلوائی، سرداری، ہلمت اور تاؤبٹ جیسے خوبصورت مقامات واقع ہیں۔ جھیل رتی گلی جھیل اباسین جھیل پتلیاں اور چٹا کٹھا شونٹھر جھیل وادی نیلم کی خوبصورت جھیلیں ہیں۔ ضلع نیلم کا صدر مقام اٹھ مقام مظفر آباد سے 84 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ ضلع معدنیات اور جنگلات کی قدرتی دولت سے مالا مال ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ قدرت کی نعمتوں سے مالا مال یہ وادی نیلم پسماندگی اور تباہ حالی کا نمونہ بنادی گئی ہے۔ بھارتی اور پاکستانی افواج یہاں کے لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو اور قدرتی وسائل کو ظالمانہ اور جابرانہ انداز سے لوٹ رہی ہیں۔ غیر ملکی فوجوں نے اس وادی کو جہنم زار بنادیا ہے۔ حکومتِ آزاد کشمیر بے غیرتی اور بے حسی کی آخری حدوں کو کراس کر کے اس وادی کے مکینوں کو خونخوار درندوں کے آگے پھینک چکی ہے۔ سڑکیں تباہ حال اور اہل وادی تباہ حالی کی مجسم تصویر ہیں۔ نیلم ویل کے عوام کا مطالبہ ہے کہ بھارت اور پاکستان اس وادی سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور اسے FREE MILLITARY ZONE قرار دیں تا کہ اس وادی کے عوام سکھ کا سانس لے سکیں اور دنیا بھر کے سیاح بلا خوف وخطر یہاں آسکیں۔

ضلع سدھنوتی: آزاد کشمیر کا ضلعی سدھنوتی 1996ء میں قائم ہوا۔ اس کا رقبہ 569 مربع کلومیٹر ہے۔ جو آزاد کشمیر کے کل رقبے کا 4% ہے۔ اس ضلع کی آبادی 340,000 نفوس پر مشتمل ہے۔ اس ضلع کے تاریخی مقامات میں بارل اور منگ تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ قلعہ بارل پلندری شہر سے 14 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس ضلع کے سیاحتی مقامات میں بارل، بلوچ، بساڑی، تتہ پانی، تراڑکھل اور آزاد پتن مشہور ہیں۔ تراڑکھل کے گاؤں نیریاں شریف میں ایک مذہبی و روحانی پیشوا پیر علاؤالدین صدیقی کی کاوشوں سے محی الدین اسلامک یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ نیریاں شریف میں پیر محی الدین غزنوی کا مزار مرجع خلائق ہے۔

پلندری شہر: پلندری آزاد کشمیر کا ایک چھوٹا قصبہ نما شہر ہے۔ یہ ضلع سدھنوتی کا ضلعی ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 4500 فٹ ہے۔ 1996 میں سدھنوتی کو ضلعی درجہ ملنے کے بعد پلندری شہر کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ قبل ازیں پلندری ضلع پونچھ کی ایک تحصیل تھی۔ پلندری میں کیڈٹ کالج

ایک مثالی تعلیمی ادارہ ہے جبکہ مولانا محمد یوسف کا قائم کردہ دینی دارالعلوم بھی ایک اہم درس گاہ ہے۔شہر میں تعلیمی ادارے ، ہوٹل، ریسٹ ہاوس اور حکومتی دفاتر قائم ہیں۔ شہر میں ضروریات زندگی کی بنیادی اشیاء دستیاب ہیں۔ پلندری شہر پہاڑوں کی چوٹی پر واقع ہے۔اس کے آس پاس خوبصورت جنگلات ہیں۔ یہاں سے پاکستان کا شہر راولپنڈی 97 کلومیٹر اور راولاکوٹ 54 کلومیٹر ہے ۔ جبکہ دارالحکومت مظفرآباد 160 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔سیاحتی اعتبار سے پلندری پر کشش مقام ہے۔ پلندری شہر سے مشرق کی سمت ایک کلومیٹر کے فاصلے پر مہاراجہ پونچھ کا تاریخی محل واقع ہے جسے مقامی لوگ ''باولی'' کہتے ہیں۔ یہ فنِ تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے لیکن حکومتی بے حسی کے سبب یہ تاریخی عمارت خستہ حال ہو رہی ہے۔اس تاریخی ورثے کو بچانا اہلیانِ علاقہ کی قومی ذمہ داری ہے۔

ضلع حویلی: اپریل 2009ء میں ضلع باغ کی تحصیل حویلی کو بھی ضلع کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ حویلی کا ضلعی ہیڈ کوارٹر فارورڈ کہوٹہ ہے۔ یہ سطح سمندر سے 4300 فٹ بلند ہے۔ یہ ضلع تقریباً 616 مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ یہاں کی کل آبادی 2,09,250 افراد پر مشتمل ہے۔ یہ ضلع 3 تحصیلوں (فارورڈ کہوٹہ، خورشید آباد، ممتاز آباد) 9 یونین کونسلز اور 90 دیہاتوں پر مشتمل ہے۔فطری حسن و خوبصورتی سے مالا مال یہ خطہ دلکش سیاحتی مقامات پر مشتمل ہے۔ان میں لس ڈنہ، محمود گلی ، چڑی کوٹ، خورشید آباد، علی آباد، ہلاں اور خواجہ بانڈی اپنی مثال آپ ہیں۔ یہاں کی بلند ترین پہاڑی چوٹیوں میں بیڈوڑی 12,380 فٹ بلند ہے۔دوسرے بلند ترین مقامات میں نیزہ پیر، نیل کنٹھ، نیل فری اور درہ حاجی پیر شامل ہیں۔ ضلع حویلی میں بساہاں شریف اور بدھال شریف کو روحانی مراکز کی حیثیت حاصل ہے۔

ضلع ہٹیاں

حال ہی میں حکومت آزاد کشمیر نے ضلع مظفر آباد کی تحصیل ہٹیاں کو ضلع کا درجہ دے دیا ہے۔ یہ ضلع 3 تحصیلوں ہٹیاں، چکار اور لیپا پر مشتمل ہے۔ ہٹیاں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو دریائے جہلم کے کنارے صدیوں سے آباد ہے۔ ہٹیاں کی حدود میں گڑھی دوپٹہ، چناری، چکوٹھی، چکار، لون بگلہ، ڈنگیاں، سدھن گلی، وادیء لیپہ، داؤکھن ریشیاں، وغیرہ اہم سیاحتی مقامات ہیں۔ ضلع ہٹیاں 12 یونین کونسلز پر مشتمل ہے۔ یہ ضلع آزاد کشمیر کے 8 فیصد علاقے پر محیط ہے۔